

# انگوٹھے چومنے کا مسئلہ

دیکھ بھڑکی عدالت میں

اذان میں انگوٹھے چومنے کی من گھڑت روایات پر  
شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر مدظلہ  
شیخ المسٹرین حضرت مولانا عبدالحمید خان سواتی  
فقیر العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید  
کی تحقیقات کا مفید اور معلوماتی مجموعہ

نعمان محمد امین

دارالحدیث



اللهم

صلى على محمد وعلى آله

كما باركت في إبراهيم

وآل إبراهيم

اللهم

صلى على محمد وعلى آله

كما باركت في إبراهيم

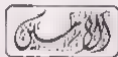
وآل إبراهيم

# انگوٹھے چومنے کا مسئلہ

## دیوبند کی عدالت میں

از ان میں انگوٹھے چومنے کی من گھڑت روایات پر  
شیخ الحدیث حضرت مولانا سر فرید خان مسعود مدظلہ  
شیخ المسرور بن حضرت مولانا عبدالحمید خان سواتی  
فقیر العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید  
کی تحقیقات کا مفید اور معلوماتی مجموعہ

نعمان محمد امین



## جملہ حقوق محفوظ ہیں

سبزا شاعت..... ۲۰۰۰

کتاب..... انگوٹھے چومنے کا مستند و یو بند کی عدالت میں

مرتبہ..... نعمان محمد امین

کمپوزنگ..... بنوریہ سرائفنگ

صفحات..... ۶۷

طابق..... اشہد پبلیکیشنز سرگرم

اشاعت اول..... ذوالقعدہ ۱۴۲۹ھ / نومبر ۲۰۰۸ء

ناشر..... "الامین"

مسلم آباد، نیو ایم اے جناح روڈ، کراچی

اسٹاکسٹ

مکتبہ رشیدیہ، ہالنگاہل مقدس مسجد، اردو بازار، کراچی

فون: 021-2767232

جننے کے سچے

ادارہ الانوار، مالہ سید محمد جعفر، شورقی ٹاؤن، کراچی

مکتبہ عمر فاروق، جامعہ قادیانیہ، قادیان، کراچی

عقلمند اللہ کینیڈا، مارکیٹ، نور، حیدر آباد

مجید بہشت خان، اردو بازار، حیدر آباد

مکتبہ قادیانیہ، مارکیٹ، اردو بازار، حیدر آباد

مسب نہ رشیدیہ، راجہ بازار، حیدر آباد

مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ

## فہرست مضامین

صفحہ	عنوانات
۸	انتساب
۹	اپنی بات نعمان محمد امین
۱۱	اذان و تاریخ، اہمیت، فضیلت، سبق تنویر احمد شریانی
۱۲	نمازوں کی اطلاع کیسے ہو؟
۱۷	کلمات اذان کی ترکیب و ترتیب
۱۹	خواب کے ذریعے حکم اذان کی حکمت
۱۹	اذان کی فضیلت
۲۱	چند مسائل
۲۵	احمد رضا بریلوی کا فتویٰ
۲۹	دیوبند اور بریلوی اختلافات کا فرق
۳۲	انگوٹھے چومنے کا مسئلہ دیوبند کی عدالت میں
۳۳	حضور علیہ السلام کے اقوال و افعال پوشیدہ نہیں
۳۳	اذان کے وقت حضور علیہ السلام کی تعلیم
۳۶	دین میں ایہادات مردود ہیں

- ۳۶ بہترین بات دسیرت اور بدترین گمراہی
- ۳۷ بریلوی اپنا تسمکا نہ چاٹ لیس
- ۳۸ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید کی تحقیق
- ۳۸ انگوٹھا چومنے والی روایت کا ہے وثوق راوی
- ۳۲ انگوٹھا چومنا صحیح ہے پر ہدایت دہی ہے
- ۴۴ سباح عمل میں بدعت کی آمیزش بہت زیادہ ہے
- ۴۵ مستحب عمل کو لازم سمجھنا گناہ اور بدعت ہے
- ۴۵ کفار سے مشابہت والا فعل ناجائز ہے
- ۴۶ سنت و بدعت میں تردد ہو جائے تو کیا کرے؟
- ۴۸ منسقر قرآن حضرت مولانا عبدالحمید سواتی کی تحقیق
- ۴۸ انگوٹھا چومنے کی من گھڑت روایت
- ۴۸ ضعیف احادیث پر عمل کی شرائط
- ۵۰ انگوٹھا چومنے کا مسئلہ
- ۵۱ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کی تحقیق
- ۵۲ احمد یار خان کی اصلاح
- ۵۳ ایک واہم اور اس کا ازالہ

- ۵۴ ضعیف حدیث کی تحقیق
- ۵۷ احمد رضا خان کا بے ثبوت احادیث کے متعلق ارشاد
- ۶۳ بریلوں کا انجیل پر تہا اس پر اعتقاد اور شریعت محمدی پر ہذا اعتقاد کی
- ۶۶ خاتمہ: وصیت حضرت مجدد الف ثانیؑ

## انتساب

اس کتاب کو اپنے روحانی استاذ، شیخ الحدیث، امام اہل سنت حضرت مولانا ابوالزاحد محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کے نام معنون کرتا ہوں، جن کی کتابوں سے راقم الحروف نے بہت کچھ سیکھا ہے۔ خاص کر اہل بدعت کی بدعات کا جو علمی رد انہوں نے کیا ہے اس پر میں انہیں سلام عقیدت پیش کرتا ہوں۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ انہیں ان کی عمی خدمات کے صلے میں خوب خوب نوازے۔ جو علمی کام حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے کیے ہیں ان سے مجھ جیسے نہ جانے کتنے لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں اور فرقہ باطلہ کے خلاف علمی محاذ پر ان کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ اس معاملے میں ہم حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے احسان مند ہیں اور رہیں گے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ میری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین

خاکپائے اہل سنت والجماعت حنفی و یوہندی

نعمان محمد امین



## اپنی بات

آج سے تقریباً دو مہینے پہلے کی بات ہے کہ میرے ایک عزیز دوست جناب عبدالمتین کھتری کے موبائل پر ایک بریلوی sms آیا، جو ان کے تعلق والوں میں سے تھا۔ اس پیج میں ضعیف اور موضوع حدیث کو پیش کر کے اس بات کی تاکید کی جا رہی تھی کہ اذان میں ”اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ“ کے الفاظ سن کر اپنے انگوٹھے چومیے۔

اس مسئلے پر اس بریلوی سے کافی علمی بحث ہوئی، آخر میں نے کہا:

”تم انگوٹھے چومنے کا عمل امام اعظم سیدنا ابو حنیفہؒ سے ثابت

کردو میں انگوٹھے چومنا شروع کر دوں گا۔“

آج قریب اس بات کو دو مہینے ہو گئے ہیں، وہ بریلوی اس بات کو ثابت نہیں کر پایا۔

خیر! اس سے نمٹنے کے بعد میں نے مارکیٹ میں اس کے رد پر کتابیں تلاش کیں تو مجھے اس کے رد پر مستقل لکھی گئی کوئی کتاب نہیں ملی۔ پھر اپنے بزرگوں اور علمائے دیوبند کی کتابوں میں جو کچھ ملا میں نے سوچا کہ اسے جمع کر کے باقاعدہ ایک مضمون کی شکل دے کر شائع کرایا جائے تاکہ یہ

بریلوی کسی کو تنگ کریں تو اس کے پاس بریلوی کو جواب دینے کے لیے مضبوط دلائل یک جا ہوں۔

بس اللہ رب العزت کا مجھ پر احسان ہوا جو اس نے مجھ سے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا، جس کا سہرا عائنے دیوبند کو ہی جاتا ہے۔ کیوں کہ انہیں کی کتابوں سے استفادہ کر کے یہ رسالہ مرتب کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ برادر م حافظ تنویر احمد شریفی نے قدم قدم پر جس طرح میرا ساتھ دیا ہے میں صرف بدلے میں ان کے لیے دعا ہی کر سکتا ہوں۔  
باقی اس ناچیز نے ایک چھوٹی سی کوشش کی ہے، وہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

آپ کی نیک دعاؤں کا طالب  
نعمان محمد امین  
۷ اکتوبر ۲۰۰۸ء

## اذان

○ تاریخ ○ اہمیت ○ فضیلت ○ سبق

پس منظر:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد دو نمازیں، فجر اور عصر فرض ہو چکی تھیں۔ سفر معراج میں اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں اس امت کے لیے تحفہ عطا فرمائیں جو ہم پر فرض ہیں۔ ہجرت سے پہلے مشرکین مکہ مسلمانوں پر انتہائی ظلم و ستم کرتے تھے اور حرم محترم (مسجد الحرام) میں نماز پڑھنا بھی محال تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے گھروں میں نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا اور ساتھ ساتھ شفقت یہ بھی کہ ظہر، عصر اور عشاء کی نماز کی دو رکعتیں پڑھنے کا حکم تھا۔

مشرکین کے ظلم و ستم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مکہ مکرمہ چھوڑنے (ہجرت) کا حکم دیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے حدیث شریف حضرت امام بخاریؒ نے روایت کی ہے کہ مدینہ منورہ آنے کے بعد ظہر، عصر اور عشاء کی نمازوں کی رکعتیں حضر (حالت اقامت) میں چار چار اور سفر میں دو، دو رکعتیں کر دی گئیں۔

## نمازوں کی اطلاع کیسے ہو؟

سلسلہ ۷ میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر جب مکمل ہو گئی تو مسلمان نمازوں کے لیے جمع ہو جایا کرتے تھے۔ لیکن مصروفیات کے باعث ضرورت محسوس کی گئی کہ جماعت کا وقت قریب آنے پر عام اطلاع دی جائے، لیکن اس کا طریقہ کیا ہو؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں صحابہ کرام علیہم الرضوان سے مشورہ فرمایا۔ مشورے میں کسی نے کہا:

○..... اس کے لیے یہ طور خلاصت کوئی خاص جھنڈا بلند کیا جایا کرے۔

○..... کسی بلند جگہ آگ روشن کی جائے۔

○..... یہودیوں کی طرح بوق (بھونپو) بجا یا جائے۔

قربان جانیئے ہمارے دین کے، کتنا خیال رکھا گیا کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ آگ کے روشن کرنے سے مجوسیوں کے ساتھ، بھونپو بجانے سے یہودیوں کے ساتھ اور گھنٹا بجانے سے نصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہوگی، جس کی وجہ سے اہل اسلام اور ان مذاہب والوں میں فرق مشکل ہو جائے گا، اس لیے یہ طریقے ناپسند فرما دیئے۔ رہا جھنڈا بلند کرنا، یہ بھی کوئی خاص علامت نہیں۔

حضور علیہ السلام اور مسلمانوں کی یہ مجلس شوریٰ بغیر کسی نتیجے پر پہنچے

برخواست ہو گئی۔ آپ اس مسئلے میں متفکر رہے اور اس فکر مندی میں بعض صحابہ متفکر ہو گئے۔ سیرت کی کتابوں میں ہے کہ سب سے زیادہ اس فکر کا اثر حضرت عبداللہ ابن زید ابن عبد ربہ رضی اللہ عنہ پر تھا۔

سنن ابی داؤد اور سنن الدارمی میں ایک طویل حدیث ہے کہ  
 ”حضرت عبداللہ ابن زید ابن عبد ربہؓ کے صاحب زادے حضرت محمدؐ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد ماجد عبداللہ ابن زیدؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقوس کے لیے فرمایا کہ وہ بنوایا جائے، تاکہ اس کے ذریعے نماز باجماعت کا اعلان لوگوں کے لیے کیا جائے تو خواب میں میرے سامنے ایک شخص آیا، جو اپنے ہاتھ میں ناقوس لیے ہوئے تھا، میں نے اس سے کہا: اے اللہ کے بندے! یہ ناقوس تم بیچتے ہو؟ اس نے کہا: تم اس کا کیا کرو گے؟ میں نے کہا: ہم اس کے ذریعے اعلان کر کے لوگوں کو نماز کے لیے بلایا کریں گے۔ اس نے کہا: کیا میں تم کو ایک ایسی چیز نہ بتا دوں جو اس کام کے لیے اس سے بہتر ہے۔ میں نے کہا: ہاں! ضرور بتائیے۔ اس نے کہا: **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَكْبَرُ** • **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَكْبَرُ** • **أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** • **أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ** • **أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ** • **حَسْبُ عَلَى الصَّلَاةِ** • **حَسْبُ عَلَى**

الْفَلَاحِ ۝ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ۝ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۝ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۝

حضرت عبداللہ ابن زید فرماتے ہیں کہ یہ پوری اذان بتا کے وہ شخص مجھ سے تھوڑی دور بیٹھے ہٹ گیا اور تھوڑے وقف کے بعد اس نے کہا: پھر جب نماز قائم کرو تو اقامت اس طرح کہو: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۝ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۝ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۝ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ ۝ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ۝ فَدَقَّاتِ الصَّلٰوةِ ۝ فَدَقَّاتِ الصَّلٰوةِ ۝ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۝ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

حضرت عبداللہ ابن زید فرماتے ہیں کہ جیسے ہی صبح ہوئی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا تھا وہ آپ کو بتایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: یہ روایا حق (سچا خواب) ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اور آپ نے مجھے حکم دیا کہ تم (حضرت) بلالؓ کے ساتھ کھڑے ہو کر ان کلمات کی تلقین کرو جو خواب میں تم نے دیکھے ہیں اور وہ پکار کے ان کلمات کے ذریعے اذان کہیں، کیوں کہ ان کی آواز تم سے زیادہ بلند ہے۔ تو میں (حضرت) بلالؓ کے ساتھ کھڑا ہوا میں ان کلمات کی تلقین کرتا تھا اور وہ اذان دیتے تھے۔

حضرت عبداللہ ابن زیدؓ فرماتے ہیں کہ (حضرت) عمر ابن الخطابؓ نے اپنے گھر میں (اذان کے کلمات کو) سنا تو وہ ہمدی میں اپنی چادر کھینچتے ہوئے نکلے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر رہے تھے: قسم اس پاک ذات کی جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میں نے دیکھا ہی خواب دیکھا ہے جیسا (حضرت) عبداللہ ابن زیدؓ نے دیکھا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لِلّٰہِ الْحَمْدُ**

(بہ حوالہ معارف الحدیث: ج ۳ ص ۶-۱۴۵)

منظر اسلام حضرت مولانا محمد منظور نعمانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اس حدیث سے متعلق دو باتوں کی وضاحت ضروری ہے۔ ایک یہ کہ اس میں حضرت عبداللہ ابن زیدؓ کا بیان نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے اعلان کے واسطے ناقوس بجانے کے لیے فرمایا تھا اور حضرت انسؓ کے صاحب زادے حضرت ابو عمیرؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے سامنے جب ناقوس کی تجویز پیش کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ ”وہ نصاریٰ کی چیز ہے۔“ اس عاجز (مولانا نعمانی) کے نزدیک اس اختلاف روایت کی صحیح توجیہ یہ ہے کہ نماز کے اعلان کے لیے جو چند تجویزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کی گئی تھیں ان میں سے جھنڈے والی اور آگ

روشن کرنے والی اور یہودیوں کے فرسنگھے والی تجویزوں کے متعلق تو آپ نے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرما کر واضح طور پر ان کو منظور کر دیا تھا اور اسی لیے ان میں سے ہر تجویز کے بعد کوئی دوسری تجویز پیش کی گئی، لیکن ناقوس والی آخری تجویز کے بارے میں آپ نے صرف یہ فرمایا کہ "ہومن امر اللصاری" (دھانسی کی چیز ہے) اور کوئی ایسا لفظ نہیں فرمایا جس سے واضح طور پر اس کی نامظوری سمجھی جاتی۔ ممکن ہے کہ آپ کے اس وقت کے لب و لہجے سے بھی بعض صحابہ کرام نے یہ سمجھا ہو کہ دوسری تجویز کے مقابلے میں آپ کے نزدیک اس تجویز کو کچھ ترجیح ہے اور اس بنا پر انہوں نے یہ خیال کر لیا ہو کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہادال ناخواستہ اس تجویز کو قبول فرمالیا ہے اور جب تک کہ کوئی اور بہتر تجویز سامنے نہ آئے فی الحال ناقوس والی تجویز ہی پر عمل ہوگا (اور غالباً اسی لیے اس کے بعد کسی کی طرف سے کوئی اور تجویز نہیں پیش کی گئی)۔ بہر حال اس عاجز کا خیال ہے کہ حضرت عبداللہ ابن زیدؓ نے غالباً اسی صبرت کو "اتمر بالناسوس" سے تعبیر فرمادیا ہے۔ کبھی کبھی کسی چیز کی اجازت اور اختیار دینے کو بھی امر سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کی مثالیں بہ کثرت موجود ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم



دوسری وضاحت طلب ہات اس حدیث میں یہ ہے کہ اذان میں جو کلمات دو دفعہ کہے گئے تھے اقامت میں ان کو صرف ایک دفعہ کہا گیا ہے۔

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ اقامت میں ان کلمات کے ایک ہی دفعہ کہنے کا حکم تھا۔ لیکن بعض دوسری حدیثوں میں اذان کی طرح اقامت میں بھی ان کلمات کا دو دفعہ کہنا وارد ہوا ہے۔ بعض ائمہ نے اپنے اصول اور اپنی مضومات کی بنا پر ایک ایک دفعہ والی روایات کو ترجیح دی ہے اور بعض نے دوسری قسم کی روایات کو، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ اقامت کی یہ دونوں صورتیں ثابت ہیں اور اختلاف صرف ترجیح اور افضلیت میں کیا جاسکتا ہے۔“

(معارف الحدیث: ج ۳، ص ۸، ۱۳۶)

## کلمات اذان کی ترکیب و ترتیب:

اذان کے کلمات کی ترکیب و ترتیب نہایت عجیب انداز میں ہے۔ چند کلمات میں اسلام کے تین بنیادی اصول توحید، رسالت اور آخرت کو ذہن نشین کرایا گیا ہے۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ میں اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عظمت و کبریائی، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں توحید کا اثبات اور شرک کی نفی،

أَشْهَدُ أَنْ مُخْصِدًا رَسُولُ اللَّهِ فِي اثْبَاتِ رِسَالَتِهِ وَأُورَاسِ بَاتِ كَإِعْلَانِ  
ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی عبادت کا طریقہ ہمیں نئی برحق کے  
ذریعے معلوم ہوا (صلوۃ اللہ و سلامہ علیہ)۔

اعلان توحید درسات کے بعد لوگوں کو سب سے افضل اور بہترین  
عبادت کی طرف حی علی الصلوۃ کہہ کر دعوت دی گئی۔ اس کے بعد حی علی  
الفلاح کے پُنے تک جملہ کہہ کر ہمیشہ کی فلاح و کامیابی کی طرف بلایا گیا،  
جس سے معاد یعنی آخرت کی طرف اشارہ ہو جاتا ہے کہ اگر بتائے دوام  
اور ہمیشہ کی بہبودی اور کامیابی چاہتے ہو تو مولائے حقیقی کی اطاعت  
اور بندگی میں لگ جاؤ۔

آخر میں اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہ اللہ سب سے اعلیٰ و برتر ہے اس  
کے سوا کوئی معبود اور بندگی و عبادت کے لائق نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جسے عقل سلیم عطا فرمائی ہے وہ کلمات اذان کا ایک  
سرسری ترجمہ دیکھ کر سمجھ سکتا ہے کہ اذان سراسر دعوت حق اور اللہ تعالیٰ کی  
طرف بلانے والی آواز ہے۔ اس کے برعکس یہود، نصاریٰ اور ہنود وغیرہ  
کا ہوق و ناقوس اور گھنٹہ و گھنگھریل سب کھیل تماشے ہیں۔ باری تعالیٰ کی عظمت  
و کبریائی اور اس کی الوہیت و وحدانیت کے اعلان سے بندہ اللہ تعالیٰ تک  
پہنچ سکتا ہے۔ گھنٹوں اور طبلوں کی آواز سے کبھی نہیں پہنچ سکتا۔

## خواب کے ذریعے حکم اذان کی حکمت:

اذان کی مشروعیت خواب کے ذریعے: کوئی یہ حالوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ براہ راست وحی کے ذریعے بھی حکم فرما سکتے تھے۔

اہل علم نے اس کی حکمت یہ بیان فرمائی ہے کہ اذان میں حضور علیہ السلام کی نبوت و رسالت کا اعلان بھی ہے اور آپ کی نبوت و رسالت کی اشاعت بھرپور طریقے سے کرنا اور آپ کے اس دین حق کی طرف دعوت دینا یہ خادموں اور غلاموں کا فریضہ ہے۔ اگرچہ اذان کے کلمات حضور علیہ السلام کو شب معراج میں آسمان پر سنا دیئے گئے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حضرت امام سیوطیؒ نے انحصار النسخ الکبریٰ میں یہ حدیث روایت کی ہے۔

(ج ۱ ص ۱۶۴)

اسی طرح حضرت اماں عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام نے آسمان میں اذان دی اور مجھ کو امامت کے لیے آگے کیا۔ بس میں نے فرشتوں کو نماز پڑھائی۔

(انحصار النسخ الکبریٰ: ج ۱ ص ۱۷۶)

## اذان کی فضیلت:

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

”جس نے سات سال تک اذان دی اللہ تعالیٰ سے ثواب و اجر طلب کرتے ہوئے، اس کے لیے دوزخ سے برأت لکھ دی جائے گی۔“

(جامع ترمذی: ص ۵۷۔ سنن ابن ماجہ: ص ۵۳)

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

”مومن کی آواز کو جہاں تک بھی کوئی جن، انسان یا کوئی چیز سنے گی تو اس کے لیے قیامت کے دن گواہی دے گی۔“

(صحیح بخاری: ج ۱، ص ۸۶)

حضرت امیر معاویہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا:

”مومن قیامت والے دن بلند گردنوں والے ہوں گے (یعنی خاص نورانیت سے نمایاں ہوں گے)۔“

(صحیح مسلم ج ۱، ص ۱۶۷)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جس وقت نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پشت پھیر کر گرز مارتا ہوا بھاگ جاتا ہے، اتنا دور کہ وہ اذان کی آواز نہ سن سکے۔ پھر جب اذان ختم ہوتی ہے تو آ جاتا ہے۔ جب اقامت (تکبیر) ہوتی ہے تو پھر اسی طرح بھاگتا ہے، جب ختم ہوتی ہے تو آ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ آدمی اور اس کے جی میں خیالات ڈالتا ہے، دوسرے

اندازی کرتا ہے، فلاں چیز کو یا و کرو، فلاں بات کو یا و کرو۔ یہاں تک کہ نماز پڑھنے والا شبہ میں پڑ جاتا ہے کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔“ (صحیح بخاری: ج ۱ ص ۸۵۔ صحیح مسلم: ج ۱ ص ۱۶۸)

### چند مسائل:

○ فرائض خمسہ (فرض عین) اور جمعہ کی نماز کے علاوہ کسی نماز میں سنن، وتر، تراویح، عیدین، استسقاء، جنازہ اور نوافل (ماسوائے تہجد کے وہ بھی صرف رمضان میں) اذان و اقامت کا حکم نہیں ہے۔

○ خطرے کے وقت شیاطین اور جنات کو بھگانے کے لیے اذان ثابت ہے۔  
○ نومولود بچے کے کان میں اذان اور بانگیں کان میں اقامت مستحب ہے۔

○ میت کے دفن کرنے کے وقت یا دفن کے بعد قبر کے پاس اذان وینا بدعت ہے۔

○ اذان کے وقت کانوں میں انگلیاں رکھنا مستحب ہے۔  
○ اذان کے کلمات آرام آرام سے اور اقامت کے کلمات جلدی کہنا چاہیے۔  
○ مؤذن کے لیے مسائل ضروریہ نیز نماز کے اوقات سے واقفیت ضروری ہے۔ اگر جاہل نادان شخص اذان دے تو اسے مؤذنین کے برابر ثواب نہیں ملے گا۔

○ موذن عاقل، بالغ اور مرد ہو۔ اگر عورت اور نا سمجھ بچہ اذان دے گا تو اعادہ کرنا پڑے گا۔

○ دس بار و سال کا سمجھ دار لڑکا اذان دے سکتا ہے۔

○ اذان قبلہ رخ ہو کر کہنا مستحب ہے۔

○ اذان مسجد کے باہر دینا مستحب ہے۔

○ با وضو اذان کہنا مستحب ہے اور بغیر وضو اگرچہ ہو جاتی ہے لیکن اس کی عادت بنانا بہت بری بات ہے۔

○ جنتیت کی حالت میں اذان کہنا مکروہ تحریمی ہے۔ ایسی اذان کا اعادہ واجب ہے۔

○ اذان کے کلمات عربی میں ہوئے ضروری ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ دوسری زبانوں میں یا اذان کے کلمات کے علاوہ عربی زبان میں دوسرے کلمات ادا کرنے سے اذان نہ ہوگی۔

○ کوئی شخص اذان و اقامت غلط کہے تو اس کا اعادہ کرنا چاہیے۔

○ جو لوگ گھر میں نماز پڑھتے ہیں ان کے لیے محلے کی مسجد کی اذان کافی ہے۔

○ سفر میں نماز کے لیے اذان کہنا سنت ہے۔

○ جمعہ کی پہلی اذان کے بعد تمام کاروبار بند کر دینے چاہئیں۔ پہلی اذان کے بعد دکان / آفس کھلا رکھنا ناجائز ہے۔ اس وقت جو خرید و فروخت ہوگی وہ مکروہ

- تحریکی ہے۔ البتہ دوسری اذان کے بعد کسی کام میں مشغول ہونا حرام ہے۔
- وقت سے پہلے دی ہوئی اذان نہیں دیتی۔ ایسی اذان کا اعادہ ضروری ہے۔
- اذان سننے والا مرد ہو یا عورت، ظاہر وغیر ظاہر، اذان کا جواب دینا مستحب ہے۔
- اذان کا جواب بھی احادیث میں سکھایا گیا ہے، اس میں کسی چیز کی کمی بیشی اور طریقے میں فرق کرنا بدعت ہے۔
- جمعہ کی دوسری اذان کا جواب دینا جائز نہیں۔
- اذان کے بعد مؤذن اور سامع کے لیے درود شریف پڑھ کر دعائے وسیلہ پڑھنا سنت ہے۔

○ سات صورتوں میں اذان کا جواب نہیں دینا چاہیئے۔

۱۔ نماز کی حالت میں

۲۔ خطبے کی حالت میں

۳۔ وظیفہ زوجیت کے وقت

۴۔ قضائے حاجت کے وقت

۵۔ حیض و نفاس کی حالت میں

۶۔ علم دین کے درس و تدریس کے وقت

۷۔ کھانا کھانے کے وقت

قارئین کرام! اذان کی تاریخ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے

ارشادات فضیلت اور طریقہ تعلیم آپ نے پڑھے۔ اس میں کہیں بھی موجودہ دور کی ”خرافات اذان“ کا ذکر نہیں ہے۔ نہ صلوٰۃ و سلام اذان کے ساتھ پڑھنے کا، نہ اشہدان محمد رسول اللہ سن کر انگوٹھے چومنے کا اور نہ قبر پر اذان پڑھنا وغیرہ۔ یہ ساری مایجادات بعد میں انگریز ملعون کے تخلیق کردہ ایک خاص فرقے کی ایجاد ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم اول حضرت مولانا عزیز الرحمن عثمانی سے کسی نے سوال کیا تو آپ نے فتویٰ اس طرح دیا:

**سوال:** اشہدان محمد رسول اللہ سن کر قرۃ عینی ہٹ یا رسول اللہ کہہ کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھنا کیسا ہے؟

**جواب:** ”بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ اشہدان محمد رسول اللہ سن کر قرۃ عینی ہٹ یا رسول اللہ کہنا مستحب ہے اور بعض روایات اس بارے میں نقل کی ہیں جو ثابت نہیں ہے۔ پس ترک اس کا احوط ہے۔ بہ وقت اذان جو کلمات منقول ہیں اس کو معمول بہ بنانا چاہیے۔ احداث فی الدین (دین میں نئی بات لگانا) نہ کرے۔ فقط“

یہاں تک حضرت مفتی صاحب ”کا جواب ہے اس کی مزید توضیح حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمائی:

”جواب صحیح ہے۔ اس سوال کے متعلق یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ بعض



احادیث موقوفہ بھی اس باب میں آئی ہیں۔ قطع نظر صحتِ سند کے اس میں دو امر قابلِ لحاظ ہیں۔

ایک یہ کہ ان روایات میں یہ عمل بہ طور علاج و حفاظتِ رمد (ایک بیماری جس میں آنکھیں سرخ رہتی ہیں) کے آیا ہے، جو ایک امر دنیوی ہے۔ اس میں کوئی فضیلت و غیرہ ثواب کی نہیں اور اب لوگ اس کو ثواب و تعظیمِ نبوی کہ امر دینی سمجھ کر کرتے ہیں اور تداوی (علاج کرنے) کو عبادت سمجھنا بدعت ہے۔ اس لیے یہ اعتقاد سے بدعت ہوگا۔

دوم یہ کہ کرنے والے اس کا التزام (کسی بات کو لازم کر لینا) عملی و اعتقادی کرتے ہیں اور تارک (چھوڑنے والے) کو مطعون (بدنام) سمجھتے ہیں۔ فقط“ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ج ۲، ص ۶-۱۲۵)

احمد رضا خان بریلوی کا فتویٰ:

جو فرقہ دین و شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے انگوٹھے چومنے کو عبادت اور نہ چومنے والے کو دہائی کہتے ہیں، وہ ذرا غور و فکر کریں۔ ان کے امام و پیشوا، جن کا مذہب ان کی کتابوں سے اظہر من الشمس ہے اور اس کو لازم پکڑنا دین و شریعت سے بھی زیادہ ضروری ہے، وہ انگوٹھا چومنے کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں۔

ان کا فتویٰ منظمی بہ ”ابر المقال فی استئمان قبلۃ الاجلال“ نوری ہک

ڈپو، بالمتقابل دربار داتا صاحب، لاہور کی شائع کردہ کتاب ”مذہب اہل سنت والجماعت عقائد علمائے اہل سنت“ کے صفحہ ۶۶۹ پر موجود ہے۔ جس پر تاریخ اشاعت درج نہیں ہے۔ اس فتوے کا سرورق اور ص ۶۶۹ کا عکس شائع کیا جا رہا ہے، تاکہ سند رہے۔

انگوٹھے چومنے کے مسئلے پر برادر عزیز نعمان محمد امین زید فہلہ نے ہمارے اکابر علمائے کرام کی تحقیقات کو جمع کیا ہے، جو آپ کے پیش نظر ہے۔ اس میں اس مسئلے کو نہایت واضح کر دیا گیا ہے۔ اب بھی جو اس کو تسلیم نہ کرے اور ضد پر اڑا رہے کہ دین کا حصہ ہے تو وہ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (الایہ) کا انکاری ہے۔ قرآن کریم کے ایک حرف کا انکار بھی دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کام کو شرف قبولیت عطا فرمائے، ہم سب کی نجات کا ذریعہ بنائے اور اپنے دین کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تنویر احمد شریفی عفی عنہ

۳۰ رشتہ الالمکرم ۱۴۲۹ھ

۳۰ اکتوبر ۲۰۰۸ء

مہر ورق کا عکس

طوائف کے نام یہ ہیں علماء کی فرق سے متعلق بھی کچھ  
نیز ہست کہ بعض پر سے جوئے کے لئے مارے ہو بہار  
سے بنام فاروق

مجلس السبعين

## أبرز المقالات

في

## استخوان قبلہ الاجل

## توليدات

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

نوعی بکند پنهان با ایداعا خفا

## سوال و جواب کا عکس

۱۹۹

اذان کے وقت ناگوٹھے چم کر آنکھوں پر رکھنا  
کسی صبیح حدیث سے ثابت نہیں

مولوی احمد رضا بریلوی کا فتویٰ

۴۹

جس عمل سے کفر طلاق یا طلاق ہو۔ کہ وقت اذان سے نہ نکلتا  
یہی وقت ہے کہ نہ وقت اگر نہ چم سے ہی اور طلسمی دست  
نہی۔ یہ حدیث شریف سے ثابت کرتی ہے۔ آج کل وقت پر  
اچھی نظر آتا ہے۔

الجواب۔ اذان میں وقت اذان نام ایک حدیث کے ساتھ  
تھا کہ اگر کسی نے اذان میں اذان کے ساتھ کسی حدیث سے  
رفع سے ثابت نہیں۔ یہ حدیث اس حدیث سے ثابت ہے کہ  
نہی۔ یہ حدیث شریف سے ثابت کرتی ہے۔ آج کل وقت پر  
اچھی نظر آتا ہے۔

## دیوبندی اور بریلوی اختلافات کا فرق

دیوبندیوں اور بریلویوں کے درمیان اختلافی مسائل کوئی نئے بات نہیں، لیکن جب دیوبندی کسی مسئلے پر دلیل پیش کرتے ہیں تو قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور فقہ حنفی سے پیش کرتے ہیں، جب کہ بریلویوں کی گاڑی ضعیف اور موضوع حدیث اور ان کے آکے حضرت کے قول سے چلتی ہے۔ باقی رہی فقہ حنفی کی بات تو وہ ان کے لیے حجت نہیں۔

آپ کہیں گے کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں، کیوں کہ بریلوی تو اپنے آپ کو ”اہل سنت والجماعت حنفی“ کہتے ہیں۔ حنفی تو ان کے مذہب کا حصہ ہے۔ الحمد للہ! دیوبندی بغیر دلیل کے کوئی بات نہیں کرتے۔ بریلویوں کے مفتی حمد یار خان گجراتی اپنے رضا خانی مذہب کی نمائندگی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

”امام ابو حنیفہؒ کی مسئلہ عقائد میں تقلید نہیں آوئی“

(جاء الحق: ص ۱۴۷)

اب اس سے دو باتیں اخذ کی جاسکتی ہیں:

۱۔۔۔۔۔ حضرت امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے عقائد معاذ اللہ درست نہیں تھے، اسی وجہ سے بریلوی ان کی تقلید عقائد میں نہیں کرتے۔

۲:..... یا یہ ماننا پڑے گا کہ ان بریلوئیوں کے عقائد ہی بالکل الگ اور نراے ہیں، اسی وجہ سے وہ صحیح عقائد جو حضرت امام اعظم سیدنا ابوحنیفہؒ کے ہیں اس کی تقلید نہیں کرتے۔

ایک جدید مذہب:

اب یہاں ایک سوال ذہن میں ابھرتا ہے کہ عقائد کا تعلق تو مذہب سے ہوتا ہے، کیا ان بریلوئیوں کا کوئی الگ مذہب ہے؟  
اس کا جواب ہے ”جی ہاں۔“

اور دلیل اس کی یہ ہے کہ بریلوئی مذہب کے بانی اپنی موت سے دو گھنٹہ دس منٹ پہلے یہ وصیت کر کے گئے تھے کہ

”تم سب محبت اور اتفاق سے رہو اور حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔“  
(وصایا شریف: ص ۹)

اب یہاں بہت ہی صاف اور واضح لفظوں میں لکھا ہے کہ جہاں تک ہو سکے شریعت کا اتباع نہ چھوڑو۔ شریعت نام ہے قرآن و حدیث اور اجماع و قیاس کا اور ہمارے مذہب کا مدار یہی ہے۔ لیکن احمد رضا خان بریلوئی کہتے ہیں کہ ”میرا دین و مذہب جو میری کتابوں سے ظاہر ہے۔“ تو اس کا

مطلب تو یہی ہوا کہ شریعت اور احمد رضا بریلوی کا دین و مذہب دو الگ الگ چیزیں ہیں۔

موصوف شریعت کے لیے تو کہتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے شریعت پر عمل کرنا، لیکن میرے مذہب پر عمل کرنا تو ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ یعنی اپنے دین و مذہب کو احمد رضا بریلوی شریعت پر نہ صرف فوقیت دیتے ہیں بلکہ ہر فرض (کلمہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور حقوق العباد وغیرہ) سے اہم فرض قرار دیتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اس مذہب پر میں کچھ لکھنے بیٹھوں گا تو بات طویل ہو جائے گی اور اصل موضوع رہ جائے گا۔ اس لیے جو حضرات بریلوی مذہب کی حقیقت کا سرسری مطالعہ کرنا چاہتے ہوں وہ حضرت مولانا محمد فاضل کی کتاب ”پاگلوں کی کہانی“ اور جو تفصیل سے جاننا چاہتے ہیں وہ حضرت ڈاکٹر علامہ خالد محمود مدظلہ کی کتاب ”مطالعہ بریلویت“ کا مطالعہ فرمائیں۔

## انگوٹھے چومنے کا مسئلہ و یو بند کی عدالت میں

حضور علیہ السلام کے اقوال و افعال پوشیدہ نہیں:

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جو پردہ خفا (پوشیدہ) اور امت کی نگاہوں سے اوجھل رہا ہو۔ آپ کی ایک ایک ادا، ایک ایک فعل اور نشست و برخاست غرضے کہ کوئی بھی آپ کا قول و فعل پوشیدہ نہیں۔

اذان جیسی عبادت جو دن میں پانچ مرتبہ ادا کی جاتی تھی اور ہجرت کے بعد تقریباً دس سال مدینہ طیبہ میں آپ کے سامنے ہوتی رہی اور اذان کے کلمات نیز اذان دینے والوں کے نام اور اذان کی جملہ کیفیات احادیث کے ذخیرے میں موجود ہیں، مگر کسی بھی صحیح روایت میں اس کا ذکر نہیں کہ اذان سنتے وقت انگوٹھے چومنے چاہئیں۔

اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام گرامی محمد سے ہی محبت ہے (اور ہر مسلمان کو ہونی بھی چاہیے، ایمان کی علامت ہے) تو اذان دینے والے کے منہ کو چومنا چاہیے، جس کے مبارک ہونٹوں اور زبان سے یہ مبارک نام نکلا ہے۔ اپنے انگوٹھے تو ہر وقت ساتھ ہی رہتے ہیں، نہ تو ان سے آپ کا اسم گرامی نکلتا ہے اور نہ ان پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جب اس فعل کا



صحیح احادیث سے ثبوت ہی نہیں (اور اذان جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے اور خیر القرون میں بھی ہوتی رہی ہے) تو پھر انگوٹھے چومنے کو آج کیسے دین کہا جاسکتا ہے اور کس طرح اس کو دین کی نشانی بنانا درست ہے اور نہ کرنے والوں کو کیوں کر ملامت کرنا جائز ہو سکتا ہے؟ جب کہ احادیث کی بے شمار کتابیں ہیں اور ان میں ہا قاعدہ ایک باب ”باب الأذان“ ”وجود ہے، ان میں کوئی بھی ایک صحیح حدیث ”وجود نہیں جو کہ اذان کے وقت ”أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ“ ”پرا انگوٹھے چومنے پر دالالت کرتی ہو۔

اذان کے وقت حضور علیہ السلام کی تعلیم:

حدیث میں آتا ہے:

۱: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَبْنِ الْعَاصِ قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا  
سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ  
(مشکوٰۃ: ج ۱، ص ۶۴)

”حضرت عبد اللہ ابن عمر و ابن العاص فرماتے ہیں کہ  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اذان سنو  
اسی طرح کہو جس طرح مؤذن کہتا ہے۔“

دوسری حدیث میں واضح طور پر جواب کا طریقہ بتلایا ہے :

۲: ... عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ الْمُؤَدِّنُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ فَقَالَ أَحَدُكُمْ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ ثُمَّ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثُمَّ قَالَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ قَالَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ ثُمَّ قَالَ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ثُمَّ قَالَ حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ ثُمَّ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِنْ قَلْبِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ (مشکوٰۃ: ج ۱، ص ۶۵)

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مؤذن جس طرح کہے ای طرح جواب دو، صرف حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ، حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ پر لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ پڑھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ پر بھی جواب أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ کہنا ہے نہ کہ صرف "صلی اللہ علیہ وسلم" اور نہ انگوٹھا چومنا۔ جو لوگ اس طرح کہتے ہیں یعنی "صلی اللہ علیہ وسلم" اور نہ انگوٹھا چومنا۔ جو لوگ اس طرح کہتے ہیں یعنی "صلی اللہ علیہ وسلم" اور نہ انگوٹھا چومنا۔ جو لوگ اس طرح کہتے ہیں یعنی "صلی اللہ علیہ وسلم" اور نہ انگوٹھا چومنا۔

وسلم" اور انگوٹھے چومتے ہیں اُسْھَدْ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ پر یہ حضرات حدیث کی مخالفت کرتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ لوگ جو انگوٹھے چومتے ہیں وہ صرف انگوٹھے کو ہی چومتے ہیں، اگر ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کو چومتے تاکہ صرف انگوٹھے کو۔

۳:....."صَحَّحَ" کی اذان میں الصَّلٰوۃُ خَبِرٌ مِنَ النَّوْمِ

کے جواب میں صَدَقْتَ وَبَرَزْتَ کے الفاظ کہو۔

(کتاب الاذکار لنووی: ص ۳۷)

۴:....."اقمت" (تکبیر) میں فَلَا فَاَمَسَ الصَّلٰوۃُ

کے جواب میں اَقَامَهَا اللّٰہُ وَاَقَامَهَا کے الفاظ کہے

جائیں۔ (سنن ابی داؤد: ج ۱ ص ۷۸)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بریلویوں کی ایجاد انگوٹھا چومنا ہے اور یہ دین کا حصہ بنایا گیا ہے۔ جس کا ثبوت نہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ہے اور نہ ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے نہ تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے اور نہ محدثین و فقہاء رحمہم اللہ سے۔

جب شریعت میں اس کا ثبوت ہی نہیں تو معلوم ہوا کہ دین میں یہ ایجاد ہے اور حضور علیہ السلام پر بد اعتمادی کا اظہار بھی ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ!

وہ دین صحیح نہیں لائے، یہ بریلوی اس کو پورا کر رہے ہیں۔ اس پر حضور علیہ السلام نے جو وعیدیں بیان فرمائیں۔ وہ بھی پڑھ کر ایمان پختہ کر لیجیے۔  
دین میں ایسا جادات مردود ہیں:

۱: عَنْ عَائِشَةَ ۞ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَخَذَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ (صحیح بخاری: ج ۱ ص ۲۷۱۔ صحیح مسلم: ج ۴ ص ۷۷)

”ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہمارے اس دین میں نئی بات نکالی جو دین میں نہیں تو وہ بات مردود ہے۔“

بہترین بات و سیرت اور بدترین گم راہی:

۲: عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنْ خَبَرَ الْخَدِيثُ كِتَابُ اللَّهِ وَخَبَرَ الْهَدْيِ هَدْيٌ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا وَكُلُّ بِذْعَةٍ ضَلَالَةٍ (صحیح مسلم: ج ۱ ص ۲۸۳)

”حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا بعد! بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین

سیرت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے اور بدترین باتیں وہ نئی نئی نکالی ہوئی ہیں دین میں اور ہر بدعت گمراہی ہوتی ہے۔

بریلوی اپنا ٹھکانا جان لیں:

۳: عَنْ مُغْبِرَةَ بْنِ شُعْبَةَ وَعَلِيِّ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالُوا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُنْعِمًا فَلْيَنْبِئُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ أَوْ مَنْ يُكْذِبُ عَلَيَّ يَلْجِ النَّارَ (صحیح بخاری: ج ۱ ص ۲۱۔ صحیح مسلم: ج ۱ ص ۷)

”حضرت مغیرہ ابن شعبہ، حضرت علی، حضرت انس، حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات منسوب کرے گا پس وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں تیار کرے۔ یا یہ فرمایا کہ جو مجھ پر جھوٹ بولے گا وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔“

## حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی تحقیق

احادیث میں اذان کی اجابت کے بارے میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طریقہ سکھایا ہے وہ بالکل واضح ہے۔ اس کو چھوڑ کر ان ضعیف اور منکر روایات پر عمل کرنا انتہائی درجے کی سید زوری اور مکابرہ (مقابلہ/جھڑا کرنا) ہے۔

انگوٹھا چومنے والی روایت کا بے وقوف راوی:

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بارے میں جو یہ بات منقول ہے کہ

قَبْلُ بَاطِنُ الْأَنْعَامَيْنِ الشَّيْءَانِ وَمَسَحَ غَيْبِهِ  
فَفَعَلَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا  
فَعَلَ خَلِيلِي فَقَدْ حَلَّتْ شَفَاعَتِي

”انہوں نے اپنے شہادت کی انگلیوں کے باطن (اندر کے) حصے کو چوما اور آنکھ پر (گھایا تو آپؐ نے فرمایا جو شخص بھی اس طرح عمل کرے گا جو میرے دوست نے کیا تو میری شفاعت اس کے لیے واجب ہو جائے گی“

بدقسمتی سے اس میں تین شرطوں:

(۱) روایت بہت زیادہ کم زور تہ ہو، مثلاً اس کا راوی جھوٹا یا جھوٹ سے متہم نہ ہو

(۲) وہ چیز شریعت کے کسی عام اصول کے تحت ہو

(۳) اس کو سنت نہ سمجھا جائے،

میں سے ایک بھی نہیں پائی جاتی۔

اول تو وہ روایت ایسی مبہمل ہے کہ ماہرین علم حدیث نے اسے موضوع اور من گھڑت کہا ہے۔

دوسرے یہ روایت اصل وین میں سے کسی اصل کے تحت داخل نہیں۔  
تیسرے اس کو کرنے والے نہ صرف سنت سمجھتے ہیں بلکہ وین کا اعلیٰ ترین شعار (نشانی) تصور کرتے ہیں اور حضرت علامہ شافی اور دیگر اکابر نے ایسا کرنے کو افتراء علی الرسول (رسول کی طرف نسبت کر کے جھوٹ بولنا) قرار دیا ہے۔

جس شخص نے یہ روایت گھڑی ہے اس نے اپنی کم عقلی کی وجہ سے یہ نہیں سوچا کہ اذان و اقامت دن میں ایک مرتبہ نہیں بلکہ روزانہ دس مرتبہ دہرائی جاتی ہے۔ اب اگر اذان و اقامت کے وقت انگوٹھے چومنا سنت ہوتا تو جس طرح اذان و اقامت مسلمانوں میں متواتر چلی آتی ہے اور مناروں پر گونجتی ہے اسی طرح یہ عمل بھی مسلمانوں میں متواتر ہوتا؟ حدیث

کی ساری کتابوں میں اس کو درج کیا جاتا اور مشرق سے مغرب تک پوری امت اس پر عمل پیرا ہوتی؟

عائے امت نے تصریح کی ہے کہ امت کے عملی قواعد کے مقابلے میں صحیح ترین حدیث بھی موجود ہو تو اس کو یا منسوخ سمجھا جائے گا یا اس کی کوئی مناسب تاویل کی جائے گی۔

بہر حال ایک متواتر عمل کے مقابلے میں کسی روایت پر عمل کرنا صحیح نہیں۔ حضرت امام ابو بکرؓ نے ”احکام القرآن“ میں اس قاعدے کو بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اسی بنا پر ہمارے ائمہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اگر مطلع بالکل صاف ہو تو رمضان اور عید کے چاند کے لیے ایک دو آدمیوں کی شہادت کافی نہیں، بلکہ شہادت دینے والی اتنی بڑی جماعت ہونی چاہیے کہ غلطی کا احتمال نہ رہے۔ اس لیے کہ اکاؤنٹ آدمی کی شہادت پر اعتماد کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم اس علاقے کے لاکھوں انسانوں کو گویا اندھا فرض کر رہے ہیں۔ (احکام القرآن)

حضرت امام سرخسیؒ کسی روایت کے انقطاع معنوی (معنوی طور پر کٹ جانا) کی چار صورتیں قرار دیتے ہیں:

اول: وہ کتاب اللہ کے خلاف ہو،

دوم: سنت متواترہ یا مشہورہ کے خلاف ہو،



سوم: ایسے مسئلے میں جس کی ضرورت ہر خاص و عام کو ہے وہ امت کے تعامل کے خلاف ہو،

چہارم: سلف میں یہ مسئلہ زیر بحث آیا، مگر کسی نے اس کا حوالہ نہ دیا۔  
(اصول سرخسی: ج ۱، ص ۳۶۴)

دہری صورت کے بارے میں لکھتے ہیں:

وَكَذَلِكَ الْغَرِيبُ مِنْ أَخْبَارِ الْأَخْبَارِ إِذَا خَالَفَ  
السُّنَّةَ الْمَشْهُورَةَ فَهُوَ مُنْقَطِعٌ فِي حُكْمِ الْعَمَلِ  
بِهِ. لِأَنَّ مَا يَكُونُ مُتَوَاتِرًا مِنَ السُّنَّةِ أَوْ مُسْتَفِيدًا  
أَوْ مُجْمَعًا عَلَيْهِ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْكِتَابِ فِي ثُبُوتِ  
عِلْمِ الْيَقِينِ، وَمَا فِيهِ شُبْهَةٌ فَهُوَ مُرَدُّودٌ فِي  
مُقَابَلَةِ عِلْمِ الْيَقِينِ (ص ۳۶۶)

”اسی طرح ایسی خبر واحد جس کا راوی صرف ایک ہو، جب سنت مشہورہ کے خلاف ہو تو (و صحیح الاسناد ہونے کے باوجود) عمل کے حق میں منقطع تصور ہوگی۔ کیوں کہ جو سنت کہ متواتر، مستفیض اور جمیع علیہ ہو وہ علم الیقین کے ثبوت میں بہ منزلہ کتاب اللہ کے ہے اور جس چیز میں شبہ ہو وہ علم الیقین کے مقابلے میں مردود ہے۔“

اس کے ذیل میں حضرت امام سرخسیؒ نے بڑے پتے کی بات لکھی ہے

اور دراصل اسی کو یہاں نقل کرنا چاہتا ہوں۔ وافر مانتے ہیں۔

فَفِي هَذَا النَّوعَيْنِ مِنَ الْإِتِّفَادِ لِلتَّحْدِيثِ عِلْمٌ  
كَثِيرٌ وَحِصَانَةٌ لِلدِّينِ بِلَيْفَةٍ، فَإِنَّ أَصْلَ الْبِدْعِ  
وَالْأَهْوَاءِ إِنَّمَا ظَهَرَ مِنْ قَبْلِ تَرْكِ عَرْضِ أَخْبَارِ  
الْإِحَادِ عَلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَنِ الْمَشْهُورَةِ

”روایات کو ان دونوں طریقوں سے پرکھنا بہت بڑا علم ہے  
اور دین کی بہترین حفاظت بھی۔ کیوں کہ بدعات  
و خواہشات کی اصل یہیں سے ظاہر ہوئی کہ ان کو اسی  
روایات و کتاب اللہ اور سنت مشہورہ سے نہیں جانیگا۔“

آپ غور کریں گے تو تمام بدعات کی جڑ یہی ہے کہ کتاب اللہ، سنت  
رسول اللہ اور امت کے عملی قواعد سے آنکھیں بند کر کے ادھر ادھر سے گر  
پڑی باتوں کو اٹھا کر انہیں دین بنا لیا گیا اور پھر کتاب و سنت کو اس پر چسپاں  
کیا جانے لگا۔

انگوٹھے چومنا صحابہؓ پر بداعتی ہے:

حضرت امام سرخسیؒ لکھتے ہیں:

فَإِنَّ قَوْمًا خَعَلُوهُمَا أَصْلًا مَعَ السُّبْهَةِ فِي ابْتِصَالِهَا  
بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ أَنَّهَا لَا

تُوجِبُ عِلْمَ الْبَیِّنِ ثُمَّ تَأْوِلُوا عَلَيْهَا الْكِتَابَ  
وَالسُّنَّةَ الشَّاهِرَةَ وَتَجْعَلُوا النَّبْعَ مَبْنُوعًا،  
وَتَجْعَلُوا الْإِنْسَانَ مَا هُوَ غَيْرُ مُبَيَّنٍّ بِهِ، فَوَقَعُوا  
فِي الْأَهْوَاءِ، وَالْيَدِ عِ (ص ۳۶۷)

”چنانچہ کچھ لوگوں نے ان شاذ روایات کو اصل بنالیا،  
حالات کہ ان کی آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف  
نسبت مشتبہ (شک والی) تھی اور باوجودے کہ ان سے یقینی  
علم حاصل نہیں ہوتا اور پھر کتاب اللہ اور سنت مشہورہ میں  
تاویلیں کر کے اس پر چسپاں کرنا شروع کر دیا۔ پس  
انہوں نے تابع (ما تحت) کو مستبوع اور غیر یقینی چیز کو بنیاد  
بنالیا۔ اس طرح اہوا بدعات کے گڑھے میں جا گرے۔“

ٹھیک اسی معیار پر انگوٹھے چومنے کی اس بے اصل روایت کا قصہ  
بالکل جعلی ثابت ہوتا ہے۔ کیوں کہ اس کو صحیح سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا  
مطلب یہ ہوگا کہ ہم حضرات صحابہؓ و تابعینؓ اور بعد کی ساری امت کے تعامل  
کو جھٹلا رہے ہیں۔ کیوں کہ اگر اس کی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
دی ہوتی تو ناممکن تھا کہ صحابہؓ و تابعینؓ کی پوری جماعت دن میں دس مرتبہ اس  
پر عمل نہ کرتی؟ اور ناممکن تھا کہ تمام کتب حدیث میں اس کو جگہ نہ ملتی۔

مباح عمل میں بدعت کی آمیزش ہو تو وہ عمل ناجائز ہے:

جو عمل بہ ذات خود مباح ہو مگر اس میں بدعت کی آمیزش ہو جائے یا اس کو سنت سمجھا جانے لگے تو اس کا کرنا جائز نہیں۔

حدیث وفقہ کی کتابوں میں اس قاعدے کی بہت مثالیں مذکور ہیں۔  
ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہمارے ائمہ احنافؒ نے نمازوں کے بعد سجدہ شکر ادا کرنے کو مکروہ لکھا ہے۔ (عالمگیری: ج ۱، ص ۱۳۶۔ فتاویٰ شامی: ج ۱۲، ص ۴۰)

در مختار (قبیل صلوٰۃ المسافر) وغیرہ میں ہے:

سَجْدَةُ الشُّكْرِ مُسْتَحَبَّةٌ، بِهَ يَفْتَى، لَكِنُّهَا تَكْرَهُ  
بَعْدَ الصَّلَاةِ، لِأَنَّ الْجَهْلَةَ يَتَعَلَّقُونَهَا سُنَّةً أَوْ  
وَاجِبَةً، وَكُلُّ مُنَاجٍ يُؤَدِّي إِلَيْهِ فَهُوَ مُكْرَهُ  
”سجدہ شکر مستحب ہے، اسی پر فتویٰ ہے، لیکن نمازوں کے  
بعد مکروہ ہے، کیوں کہ جاہل لوگ اس کو سنت یا واجب سمجھ  
لیں گے اور ہر مباح جس کا یہ نتیجہ ہو وہ مکروہ ہے۔“

حضرت علامہ شامیؒ اس پر یہ اضافہ کرتے ہیں کہ یہ مکروہ تحریمی ہے۔  
اس لیے کہ یہ ایک ایسی بات کو جو دین نہیں دین میں ٹھونسنے کے مترادف  
ہے۔ (رد المحتار: ج ۲، ص ۱۲۰)

مستحب عمل کو لازم سمجھنا گناہ اور بدعت ہے:

ایک چیز بہ ذات خود مستحب اور مندوب ہے، مگر اس کا ایسا التزام (لازم سمجھ کر) کرنا کہ رفتہ رفتہ اس کو ضروری سمجھا جانے لگے اور اس کے تارک کو ملامت کی جانے لگے تو وہ فعل مستحب کے بجائے گناہ اور بدعت بن جاتا ہے۔

مثلاً آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد اکثر و بیشتر دائی جانب سے گھوم کر مقتدیوں کی طرف متوجہ ہوا کرتے تھے۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ لوگوں کو نصیحت فرماتے تھے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ لگالے کہ دائیں جانب سے گھومنے ہی کو ضروری سمجھنے لگے۔ میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ بسا اوقات بائیں جانب سے گھوم کر متوجہ ہوا کرتے تھے۔

(مشکوٰۃ: ص ۸۵)

کفار سے مشابہت والا فعل ناجائز ہے:

جس فعل میں کفار و فجار اور اہل بدعت کا کتبہ پایا جائے اس کا ترک (چھوڑنا) لازم ہے۔ کیوں کہ بہت سی احادیث میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار و فجار کی مشابہت سے منع فرمایا ہے۔

ایک حدیث میں ہے:

مَنْ تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ - (مشکوٰۃ ص ۳۷۵)  
 ”جو شخص کسی قوم کی مشابہت کرے وہ انہی میں شمار ہوگا۔“

اسی قاعدے کے تحت علمائے اہل سنت نے محرم میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ”تذکرہ شہادت“ سے منع کیا ہے۔ اصول الفار اور جامع الرموز میں ہے:

”مُسْتَبَلٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ ذِكْرِ مَقْتَلِ الْحُسَيْنِ فِي يَوْمِ عَاشُورَاءَ آيَةٌ جُورٌ أَمْ لَاءُ قَالَ لَاءٌ لِأَنَّ ذَلِكَ مِنْ مِثْغَارِ الرَّوَافِضِ“ (بہ حوالہ الجہیز لاجل السنۃ: ص ۱۴۲)

”آپ سے دریافت کیا گیا کہ آیا اس محرم کو شہادت حسینؑ کا تذکرہ جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا: جائز نہیں، کیوں کہ یہ رافضیوں کا شعار ہے۔“

اس قاعدے سے معلوم ہوا کہ وہ تمام افعال جو اہل بدعت کا شعار بن جائیں ان کا ترک لازم ہے۔

سنت و بدعت میں تردد ہو جائے تو کیا کرے؟

جب کسی فعل کے سنت و بدعت ہونے میں تردد ہو جائے تو ترک سنت فعل بدعت سے بہتر ہے۔ البحر الرائق: ج ۲، ص ۲۱۔ رد المحتار: ج ۱،

س ۶۴۲ میں ہے:

إِذَا تَرَكَدَ الْحُكْمُ بَيْنَ سُنَّةٍ وَبِدْعَةٍ كَانَ تَرْكُ  
السُّنَّةِ رَاجِعًا عَلَى فِعْلِ الْبِدْعَةِ

”جب کسی حکم میں تردد ہو جائے کہ یہ سنت ہے یا بدعت؟ تو  
سنت کا ترک کر دینا نسبت بدعت کرنے کے رائج ہے۔“

اس قاعدے سے ان تمام امور کا حکم معلوم ہو جاتا ہے جن کے سنت  
اور بدعت ہونے میں اختلاف ہو۔ بعض اسے سنت بتاتے ہوں اور بعض  
بدعت۔

سنت و بدعت کے سلسلے میں جو نکات میں نے ذکر کیے ہیں اگر ان کو خوب  
اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو آپ کو یہ فیصلہ کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی  
کہ اہل سنت کون ہے۔

(فصل اختلاف امت اور صراط مستقیم: حصہ اول، ص ۱۱۵ تا ۱۲۰)

مفسر قرآن حضرت مولانا عبدالحمید سوانی کی تحقیق  
انگوٹھے چومنے کی من گھڑت روایت:

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میرا نام سنا اذان  
میں اور اپنے انگوٹھے کے ناخنوں کو چوما اور آنکھوں پر ملا تو وہ شخص کبھی بھی نکر  
مند اور غم گین نہ ہوگا۔

حضرت امام سیوطی نے اپنی کتاب "المفاهم الحسنة" میں لکھا  
ہے کہ یہ حدیث مرفوعاً صحیح نہیں ہے۔ مرفوع وہ حدیث ہوتی ہے جس کو  
صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرتے ہوئے بیان کرے  
"شرح الیماہی" میں لکھا ہے کہ مکروہ ہے انگوٹھوں کو چومنا اور آنکھوں پر رکھنا  
کہ اس کے بارے میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہوئی اور جو روایات آئی  
ہیں وہ صحیح نہیں ہیں (حاشیہ جلالین: ص ۳۵۷)

ضعیف احادیث پر عمل کی شرائط:

جہاں علما کے نزدیک اگرچہ ضعیف احادیث پر فضائل اعمال میں عمل  
کرنا جائز ہے، لیکن اس سلسلے میں یہ بات واضح رہے کہ ضعیف احادیث پر  
جو محدثین کرام نے عمل جائز قرار دیا ہے وہ مطلق نہیں بلکہ بعض شرائط کے  
ساتھ مقید ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے۔



۱۔۔۔ پہلی شرط جس پر تمام محدثین کا اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ ضعف شدید نہ ہو۔

۲۔۔۔ ایسی حدیث کسی عام قاعدے کے تحت درج ہو، ہے اصل اور اختراغ نہ ہو۔

۳۔۔۔ اس پر عمل کے وقت یہ اعتقاد نہ ہو کہ یہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالحی تھنوبی نے بھی اسی طرح فرمایا کہ ضعیف حدیث پر بالاتفاق عمل کرنے والی بات باطل ہے۔ البتہ جمہور کا یہ مسک ہے کہ اگر حدیث شدید ضعیف نہ ہو تو اس پر نقصان میں عمل کیا جاسکتا ہے، اگر ضعف زیادہ ہو تو قابل قبول نہیں۔

اس سلسلے کی جو روایات جواز میں پیش کی جاتی ہیں وہ قابل اعتبار نہیں۔ بڑے بڑے محدثین کرام مثلاً حضرت علامہ نسف الدین سخاوی، حضرت ابن طاہر فتنی، حضرت زرقانی مالکینی، حضرت ماحلی قری حنفی، حضرت علامہ عینی حنفی، حضرت علامہ جناب الدین سیوطی، حضرت شاہ مہد العزیز محدث دہلوی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فعل غیر مشروع اور ممنوع ہے اور ان احادیث کے خلاف ہے جو صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث میں موجود ہیں۔ جن میں ان کے جواب کا طریقہ سکھایا گیا ہے۔

انگوٹھے چومنے کا مسئلہ:

کسی شخص نے اذان میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی من کر انگوٹھے چومنے کے بارے میں سوال کیا تو مخدوم صاحب (شرف الدین ابن شیخ یحییٰ منیریؒ) نے فرمایا کہ انہوں نے کسی کتاب میں اس کے بوازا کے بارے میں نہیں پڑھا اور جو کتا میں ان کے پاس ہیں۔ ان میں بھی کہیں اس کا ذکر نہیں آیا۔ (بہ حوالہ زین بدر عربی، معدن المعانی ص ۱۱۶)

مخدوم صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا ضیاء الدین سنائی محدث بھی تھے اور مفسر بھی۔ ایک روز ان کے وعظ میں حضرت مخدوم صاحب بھی شریک تھے، اتفاق سے کسی شخص نے ان سے انگوٹھے چومنے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ کتا بوں میں تو یہ مسئلہ کہیں نظر نہیں آیا۔

(منقول از ماہ نامہ الحق، اکوڑہ خٹک: ص ۵۱، ۱۳، ماہ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ مطابق ستمبر ۱۹۸۲ء مضمون پروفیسر محمد اسلم صاحب، لاہور۔ تہذیب و کتاب ملفوظات معدن المعانی: مرتبہ زین بدر عربی، مطبوعہ: مطبع اشرف الاخبار، بہار شریف ۱۸۸۴ء)

(مختص: نماز مسنون ص ۶۰-۲۵۸)

## شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کی تحقیق

انگوٹھے چومنے کے ثبوت میں جو روایتیں پیش کی جاتی ہیں وہ اصولی طور پر دو ہیں۔

روایت نمبر ۱: حضرت ابو بکر صدیقؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے جب مؤذن کا یہ قول سنا کہ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ فَرَأَسَ بَقْتِ انہوں نے

قَالَ بَاطِلًا اَلْاَمَنَيْنِ السَّبَاحَتَيْنِ وَمَعَ خِ غُبْنِهِ  
فَقَالَ صَلَّيْ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَعْلٍ مِثْلَ مَا  
فَعَلَ خَلِيلِي فَقَدْ خَلْتُ شَفَاعَتِي

”اپنے کلمے کی انگوٹھوں سے پختی جموں کو چوما اور آنکھوں سے لگا دیا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میرے اس پہاڑ کی طرح کرے اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوتی۔“

یہ روایت مسند فردوسِ دہلوی کے حوالے سے مذکورۃ الموضوعات ص ۳۶ اور الموضوعات الکبیر: ص ۵۷ میں نقل کی گئی ہے۔ مفتی احمد رضا صاحب نے مقاصد حسنہ کے حوالے سے جہانگیر: ص ۶۷ میں نقل کی

ہے، (مذکورہ) ترجمہ بھی مفتی صاحب ہی کا ہے اور یہ روایت مولوی محمد عمر صاحب نے مفتی اس حقیقت جس ۶۰۳ میں بھی نقل کی ہے۔

روایت نمبر ۱ کا جواب: حضرت علامہ محمد طاہر حسنی لکھتے ہیں  
وَلَا بُصِیْحُ (تذکرۃ الموضوعات، ص ۳۶)

کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

ملاحظہ قارئین! علامہ سخاویؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں  
لَا بُصِیْحُ (موضوعات سیر، ص ۷۵)

”یہ روایت صحیح نہیں ہے۔“

جب سرے سے یہ روایت ہی صحیح نہیں تو اس پر عمل کرنے کی کیسے گنجائش ہے؟ اور خود مفتی احمد یار خان صاحب نے حضرت امام سخاویؒ سے وَلَمْ بُصِیْحُ نقل کر کے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے:

”یہ حدیث پایہ صحت تک نہ پہنچی“ (ج ۱، الحقی، ص ۳۷۸)

مولوی محمد عمر صاحب کا یہ کمال ہے کہ انہوں نے تذکرۃ الموضوعات اور الموضوعات الکبیر سے حوالے تو نقل کیے ہیں لیکن لَا بُصِیْحُ کا جملہ شیر مار سمجھ کر شتم تر گئے ہیں۔ تف ہے اس علمی خیانت اور بددیانتی پر۔

مفتی احمد یار خان کی اُتج:

مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ ”صحیح نہ ہونے سے ضعیف ہونا لازم نہیں،

کیوں کہ صحیح کے بعد درجہ حسن باقی ہے۔ لہذا اگر یہ حدیث حسن ہو تب بھی کافی ہے۔ (جاء الحق: ص ۳۸۲)

مگر مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ کوئی محدث جب مطلقاً لا بَصِیْح کہتا ہے تو اس کا مطلب اس کے بغیر اور کچھ نہیں ہوتا کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ اگر حدیث حسن ہوتی ہے تو اس کی تصریح کرتے ہیں، یہ حدیث حسن ہے یا لَبَسٌ بِضَبْحٍ بَلْ حَسَنٌ وغیرہ سے اس کو تعبیر کرتے ہیں۔ مطلقاً لا بَصِیْح سے حَسَنٌ سمجھنا قلت فہم کا نتیجہ ہے۔

ایک وہم اور اس کا ازالہ:

حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ جب اس حدیث کا رفع حضرت صدیق اکبرؓ تک صحیح ہو گیا تو عمل کے لیے یہی کافی ہے، کیوں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم پر میری اور میرے خلفائے راشدینؓ کی سنت لازم ہے۔ (موضوعات کبیر: ص ۷۵)

اور یہی دلیل مفتی احمد یار خان صاحب نے جاء الحق (ص ۳۸۲) میں اور مولوی محمد عمر صاحب نے مقیاس حقیقت (ص ۶۰۲) میں پیش کی ہے۔ لیکن یہ حضرت ملا علی قاریؒ کا وہم ہے، اس لیے کہ اگر واقعی یہ روایت حضرت ابو بکرؓ تک موقوف بھی صحیح ہوتی تب بھی حجت تھی، مگر حضرت ابو بکرؓ سے جو روایت منقول ہے وہ مرفوع ہے اور اس کی سند سرے سے صحیح نہیں

ہے نہ یہ کہ مرفوع صحیح نہیں۔ پھر یہ کہنا کہ مرفوع صحیح نہیں ہے موقوف صحیح ہے اور عمل کے لیے کافی ہے، کیسے صحیح ہوا؟ باقی جن حضرات نے یہ کہا ہے کہ لَا بَصِیْحَ وَفَعْلَہُ یَا لَآ بَصِیْحَ فِیْ لَا مَرْفُوعٍ تو دوا بن صالح: فیہرہ بعض شیوخ کی موقوف روایات کے پیش نظر ہے۔ وہ اگر باغرض صحیح بھی ہوں تب بھی موقوف ہونے کی وجہ سے حجت نہیں ہیں۔ جب کہ خصوصاً ابن صالح وغیرہ صحابی بھی نہیں ہیں۔ حضرت ملا علی قاری کا وہ ممبروئیٰ نئی چیز نہیں۔

حضرت امام عہد امتداد بن المبارک نے خوب کہا ہے:

وَمَنْ ذَا سَلَّمَ مِنَ الْوَلَمِ (لسان المیزان: ج ۱ ص ۱۷۱)

”وہم سے کون بچ سکتا ہے؟“

إِلَّا مَنْ غَصِبْنَهُ اللَّهُ نَعَالِی -

ضعیف حدیث پر عمل کرنے کی تحقیق:

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، پھر بھی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف معتبر ہوتی ہے۔

(جاء الحق: ص ۲۸۲)

جواب: یہ بھی مفتی صاحب کی غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ یہ کہہ دینا کہ فضائل اعمال میں ہر قسم کی حدیث غیر مشروط طور پر حجت ہوتی ہے، قطعاً غلط ہے۔ حضرت امام بقہ ضعی ابن العربی المالکی (المتوفی ۵۴۳ھ) وغیرہ تو ضعیف

حدیث کہ تعلق فرماتے ہیں:

لَا يَعْمَلُ بِهِ مُطْلَقًا (القول السديد: ص ۱۹۵)

”مطلقاً اس پر عمل صحیح نہیں ہے۔“

اور جو عمل کرتے ہیں وہ شرطیں لگاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت امام ابن رقیق العید (المتوفی ۷۰۲ھ) لکھتے ہیں:

الْعَمَلُ بِالْحَدِيثِ الضَّعِيفِ مَقْبُولٌ بِشُرُوطٍ

(امام: ج ۲، ص ۱۷۱)

”ضعیف حدیث پر عمل کرنا چند شرطوں سے مقید ہے۔“

وہ شرطیں کیا ہیں؟ حضرت امام سخاوی (المتوفی ۹۰۵ھ) اپنے شیخ حضرت حافظ ابن حجر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

إِنَّ شَرَايِطَ الْعَمَلِ بِالضَّعِيفِ ثَلَاثَةٌ

الْأَوَّلُ مُنْفَسِقُ عِلْمِهِ وَأَنْ يُكُونَ الضَّعِيفُ غَيْرَ

عَدِيدٍ قَبْلُ خُرُوجِ مَنْ أَنْبَأَ بِهِ مِنْ الْكُذَّابِينَ

وَالثَّانِي أَنْ يُكُونَ مُنْذَرًا نَحْتِ أَصْلِ غَايِ قَبْلُ خُرُوجِ

مَا يُخْرِعُ بِحَبِّكَ لَا يُكُونُ لَهُ أَصْلٌ أَصْلًا

الثَّالِثُ أَنْ لَا يَغْنَفِدَ عِنْدَ الْعَمَلِ بِهِ بُرْهَانٌ لِثَلَاثِ

يُنْسَبُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ يَقُلْهُ.

(القول الہدیٰ ص ۱۹۵)

”ضعیف حدیث پر عمل کرنے کی تین شرطیں ہیں۔

اول: جو تمام حضرات محدثین میں متفق علیہ ہے کہ حدیث زیادہ ضعیف نہ ہو۔ لہذا جس حدیث میں کوئی کذاب (منہایت جھوٹا) یا مجہم یا کذاب (ہر بات میں جھوٹ بولنے والا) یا ایسا راوی منفرود ہو جو زیادہ غلطی کا شکار ہوا ہو تو اس کی ضعیف حدیث محمول بہ نہ ہوگی۔

دوم: یہ کہ وہ عام قاعدے کے تحت درق ہو، اس سے وہ خارق ہوگئی جس کی کوئی اصل نہ ہو اور محض اختراع (اپنی طبیعت سے تنہا بات پیدا) کی گئی ہو۔

سوم: عمل کرتے وقت یہ اعتقاد نہ کر لیا جائے کہ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، تا کہ آپ کی طرف ایسی بات منسوب نہ ہو جائے جو آپ نے نہیں فرمائی۔“

اس سے معلوم ہوا کہ اگر یہ شرطیں منقوود (موجود نہ) ہوں تو روایت ہرگز قابل عمل نہ ہوگی۔

آخری شرط تو خاص طور پر قابل لحاظ ہے، کیوں کہ جو چیز وثوق کے ساتھ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اس کو آپ کی طرف



منسوب کرنا اور پھر اس کو ثابت ماننا سقیم جرم ہے اور یہ درجہ اس کی تواتر حدیث من کذب غلی (الحدیث) کے بہ ظاہر خلاف ہے۔

حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں کہ

وَأَمَّا الْغَضَلُ بِالصُّعُفِ فِي فَضَائِلِ الْأَعْمَالِ  
فَدَعْوَى الْإِنْفَاقِ فِيهِ بِاطِلَّةٍ نَعَمْ هُوَ مُدْعَبُ  
الْجَمْهُورِ لِكُنْهٍ مُشْرُوطٍ بِأَنْ لَا يَكُونَ الْحَدِيثُ  
ضَعِيفًا شَدِيدَ الضُّعْفِ فَإِنْ كَانَ كَذَلِكَ لَمْ  
يَقْبَلْ فِي الْفَضَائِلِ أَيْضًا . (آثار المرونة في الاخبار  
الموضوعة: ص ۳۱۰)

”فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر بالاتفاق عمل کا دعویٰ کرنا باطل ہے۔ ہاں جمہور کا یہ مذہب ہے، مگر اس میں شرط یہ ہے کہ حدیث سخت ضعیف نہ ہو ورنہ فضائل اعمال میں بھی قابل قبول نہیں ہے۔“

احمد رضا خان کا بے ثبوت احادیث کے متعلق ارشاد:

افسوس ہے کہ مبتدعین (وین میں نئی بات ایجاد کرنے والے) حضرات ایسی حدیثوں کے اثبات کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔  
فوا اسفا! خان صاحب بریلی نے کیا ہی خوب فرمایا ہے کہ

”حدیث ماننے اور حضور اکرمؐ سید عالمؐ یعنی اللہ عید و م کی طرف نسبت کرنے کے لیے ثبوت چاہیے، بے ثبوت نسبت جائز نہیں۔“ (ملفوظ عرفان شریعت: حصہ سوم، ص ۲۷)

فضائل اعمال کی حدیث موضوع (من گھڑت) بھی نہ ہو۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگرچہ سابقہ شرطوں کے ساتھ فضائل اعمال میں عمل کرنا جائز اور مستحب ہے لیکن شرط یہ ہے کہ موضوع نہ ہو۔ اگر روایت موضوع ہوگی تو ہرگز قابل عمل نہ ہوگی۔ حافظ ابن دقین العیدؒ لکھتے ہیں:

وَإِنْ كَانَ ضَعِيفًا لَا يَدْخُلُ فِي حَبْرِ الْمَوْضُوعِ  
فَإِنْ أَخَذَتْ شَعَارًا فِي الدِّينِ مُنْعَ مِنْهُ وَإِنْ لَمْ  
يُحَدِّثْ فَهُوَ مَعْلُ نَفْكَرٍ (الحکام للاحكام: ج ۱ ص ۵۱)  
”اگر ضعیف حدیث ہو بہ شرطے کہ وہ موضوع نہ ہو، تو اس پر عمل جائز ہے، لیکن اگر اس سے دین کے اندر کوئی شعار قائم اور پیدا ہوتا ہو تو اس سے بھی منع کیا جائے گا ورنہ اس پر غور کیا جائے گا۔“

لیجیے! یہاں ایک اور بات بھی حل ہوگئی، وہ یہ کہ ضعیف حدیث اس وقت قابل عمل ہوگی جب کہ موضوع اور جعلی نہ ہو اور ساتھ ہی وہ دین کا

شعار اور علامت نہ ٹھہرائی گئی ہو۔ اگر دین کی علامت یا شعار کا خطرہ ہو تو اس سے بھی منع کیا جائے گا اور اہل بدعت حضرات خیر سے ان چیزوں کو سنت اور حقیقت کا معیار قرار دیتے ہیں اور ان بدعات کو نہ کرنے والوں کو گستاخ اور وہابی کہتے ہیں اور ان کے خلاف ”مناہاس منہیت“ جیسی کتابیں لکھی جاتی ہیں۔ ایسی صورت میں بھلا یہ ضعیف روایتیں کیوں کر حجت ہو سکتی ہیں؟

اور حضرت علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں:

بَجُورٌ وَبُسْنَخٌ الْعَمَلُ فِي الْفَضَائِلِ وَالْزُّعْبِ  
وَالْتَرْهِيْبِ بِالْحَدِيثِ الضَّعِيفِ مَا لَمْ يَكُنْ  
مَوْضُوعًا (القول البدیع ص ۱۹۵)

”جائز اور مستحب ہے کہ فضائل اعمال اور ترغیب و ترہیب میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جائے، مگر شرط یہ ہے کہ وہ موضوع اور جعلی نہ ہو۔“

نیز لکھتے ہیں:

وَأَمَّا الْمَوْضُوعُ فَلَا يَجُوزُ الْعَمَلُ بِهِ بِخَالٍ

(ص ۱۹۶)

”بہر حال موضوع حدیث تو اس پر کسی حالت میں عمل جائز

نہیں ہے۔“

خلاصہ یہ نکلا کہ فضائلِ اعمال میں ہر ضعیف حدیث قبلِ عمل نہیں ہے بلکہ اس کے لیے حضراتِ محدثین کے نزدیک چند شرطیں ہیں اور جو حدیث موضوع اور جعلی ہو اس پر کسی حالت اور کسی صبروت میں عمل جائز نہیں ہے۔ نہ فضائلِ اعمال میں اور نہ ترغیب و ترہیب وغیرہ میں۔

اب یہ قیامی ہوش و حواس سن لیجیے کہ انکلیاں چومنے کی تمام حدیثیں صرف ضعیف ہی نہیں ہیں بلکہ موضوع اور جعلی ہیں۔

چنانچہ حضرت امام جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں:

الْأَحَادِيثُ النَّبَوِيَّةُ رُوِيَتْ فِي تَقْيِيلِ الْأَنَامِلِ  
وَجَعَلَهَا عَلَى الْعَبْنَيْنِ عِنْدَ مَسْمَاعِ اسْمِهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُؤَدِّينِ فِي كَلِمَةِ الشَّهَادَةِ  
كُلُّهَا مَوْضُوعَاتٌ. (تصحيح التلخيص للسيوطي به حوالہ علماء

الدین: ص ۱۴۳)

”وہ حدیثیں جن میں مؤذن سے کلمہ شہادت میں  
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سننے کے وقت اٹھکیں  
چومنے اور آنکھوں پر رکھنے کا ذکر آیا ہے وہ سب کی سب  
موضوع اور جعلی ہیں۔“

لیجیے اب تو قصہ ہی ختم ہو گیا۔ مفتی احمد یار خان صاحب کو یہ الفاظ دیکھ کر غور کرنا چاہیے کہ وہ لکھتے ہیں:

”الحمد للہ کہ اس اعتراض کے پرچے اڑ گئے ہیں اور حق واضح ہو گیا“  
(بلفظ جہا الحق: ص ۲۸۴)

پرچے کس کی دلیل کے اڑ گئے اور حق کس کی طرف سے واضح ہو گیا ہے؟ عیاں راجحہ بیاں ع

ظلمت کے بھیانک ہاتھوں سے تنویر کا دامن چھوٹ چکا  
حضرت امام سیوطیؒ کے کُلُّہَا مَوْضُوعَات کے حوالے کے بعد یہ  
ضرورت تو نہیں کہ ہم کچھ اور عرض کریں مگر محض تکمیل فائدہ کے لیے حضرت  
خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روایت کا ذکر بھی کر دیتے ہیں۔ اسی مضمون کی  
روایت حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی منقول ہے، مگر اس کے  
الفاظ یہ ہیں:

لَمْ يَقْبَلْ اِنْهَامَبِهِ ۔ (الحدیث)

”پھر اپنے دونوں انگوٹھے چومے۔“

یہی روایت میں انگوٹھوں کا ذکر نہیں بلکہ شہادت کی انگلیوں (اور ایک  
روایت میں ابهام (انگوٹھا) اور سباحہ (شہادت کی انگلی)) کا ذکر تھا اور وہ  
مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ کے ہاں یا سرخی (عنوان) کے مطابق نہ

تھی، مگر یہ روایت مطابق ہے۔ یہ روایت موضوعات کبیر: ص ۵۷ اور تذکرۃ الموضوعات ص ۳۶؛ غیرہ میں ہے اور مفتی احمد یار خان صاحب نے مقاصد حسنہ کے حوالے سے نقل کی ہے۔ (جاء الحق: ص ۳۷۸) اور ہالوی محمد عمر صاحب نے طحاوی: ص ۱۲۲ کے حوالے سے نقل کی ہے (مقیاس: ص ۶۰۱)، لیکن حضرت علامہ محمد طاہر اہر حضرت ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں:

يَعْتَمِدُ فِيهِ مَجَاهِيلٌ مَعَ انْقِطَاعِهِ الْخ (تذکرہ:

ص ۳۶ و موضوعات: ص ۵۷)

”اس کی سند میں کئی مجہول (نامعلوم) راوی ہیں، اور سند

بھی منقطع ہے۔“

تو اس ضعیف روایت سے دین کیسے اخذ کیا جاسکتا ہے؟ حضرت امام بیہقیؒ ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ:

فِي هَذَا الْإِسْنَادِ قَوْمٌ مُّجَاهِلُونَ وَلَمْ يُكَلِّفْنَا اللَّهُ

تَعَالَى أَنْ نَأْخُذَ بِإِسْنَادِهِمْ لَّا نَعْرِفُهُ (کتاب

القرآۃ: ص ۱۲۷)

”اس سند میں کئی راوی مجہول ہیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے

اس کا تکلف نہیں بھیجا کہ ہم اپنا دین مجہول راویوں سے

اخذ کریں۔“

## بریلویوں کا انجیل برنا باس پر اعتماد اور

### شریعت محمدی پر بد اعتمادی

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں:

”صدر الافاضل مولائی مرشدی استاذی مولانا الحاج سید محمد نعیم الدین صاحب قبلہ مراد آبادی دام ظلہم فرماتے ہیں کہ ولایت سے انجیل کا ایک بہت پرانا نسخہ ہارا آمد ہوا، جس کا نام انجیل برنا باس ہے۔ آج کل دو عام طور پر شائع ہے اور ہر زبان میں اس کے ترجمے کیے گئے ہیں۔ اس کے اکثر احکام اسلامی احکام سے ملتے جلتے ہیں۔ اس میں لکھا ہے کہ حضرت آدمؑ یہ السلام نے روح القدس (نور مصطفوی) کے دیکھنے کی تمنا کی تو وہ نور ان کے انگوٹھوں کے ناخنوں میں چمکایا گیا۔ انہوں نے فرط محبت سے ان ناخنوں کو چوما اور آنکھوں سے لکھ لیا۔“ (جاء الحق: ص ۸۰-۷۵)

مولوی محمد عمر صاحب نے بھی اس کا ذکر کیا ہے اور انجیل برنا باس کا صفحہ بھی دیا ہے۔ (انجیل برنا باس: ص ۶۰) اور عبارت بھی نقل کی ہے جو اغلب ہے کہ انجیل برنا باس کی ہی عبارت ہوگی۔ اس میں یہ بھی ہے کہ

”پس آدم علیہ السلام نے بہ منت یہ کہا کہ اے پروردگار! یہ تحریر مجھے میرے ہاتھ کی انگلیوں کے ناخنوں پر عطا فرما۔ تب اللہ نے پہلے انسان کو یہ تحریر اس کے دونوں انگوٹھوں پر عطا کی۔“

(پھر آگے ہے)

”تب پہلے انسان نے ان کلمات کو چدری محبت کے ساتھ بوسہ دیا اور اپنی دونوں آنکھوں سے ملا۔“

(مقیاس حقیقت، ص ۶۰۴)

اب اگر کوئی شخص انگوٹھے نہ چومے تو اس کی مرضی۔ یہ تو بقول مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ، قومی حدیثوں اور حضرات صوفیائے کرامؒ اور حضرات فقہاء سے ثابت ہے، بلکہ عیسائیوں سے بھی ثابت ہے اور انجیل برنا باس کی بین شہادت ہے۔ سبحان اللہ تعالیٰ!

غیر مسلموں کی بات کو اپنی تائید میں پیش کرنا کوئی گناہ نہیں ہے، مگر سوال یہ ہے کہ اصل چیز کسی معقول طریقے سے اسلام سے بھی تو ثابت ہو؟ جب انگوٹھے چومنے کی سبب حدیثیں ہی موضوع اور جعلی ہیں تو پھر اصل کیا اور اس کی تائید کیا؟ یوں معلوم ہوتا ہے کہ سابق زمانے میں عیسائیوں کی اقتدا کرتے ہوئے کسی نے اسی انجیل برنا باس کو پیش نظر رکھ کر یہ جعلی حدیثیں بنا ڈالی ہیں اور یار لوگوں نے ان کو پٹے باندھ لیا ہے اور وہ سب سے یوں مخاطب فرماتے ہیں کہ



”ان شاء اللہ نہایت کے لیے صحیح حدیث تو کیا ضعیف بھی

نہ ملے گی۔ صرف یاروں کا اجتہاد اور عداوت رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم ہے“ (ہذا ظہر جاہل حق: ص ۳۸۴)

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ اِنَّمَا نَعَاذُ اللّٰهَ نَعَالٰی، ثُمَّ نَعَاذُ اللّٰهَ نَعَالٰی  
 دیکھا آپ نے اہل بدعت حضرات کو کہ دعویٰ کرتے وقت تو کھڑے  
 زبان مگر ثبوت پیش کرتے وقت ریٹھ <sup>تھپٹھپی</sup>؟؟؟

مفتی صاحب کو اس کا علم ہونا چاہیے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم کا کسی چیز کو ترک کرنا بھی سنت ہے اور آپ کا عدم فعل بھی حضرات  
 فقہائے کرام کے نزدیک کراہت کی دلیل ہے اور یہ صرف یاروں کا اجتہاد  
 نہیں بلکہ ان کے پاس سو فیصدی مہدثین کا طے شدہ قاعدہ ہے کہ جعلی اور  
 موضوع احادیث قابل عمل نہیں ہے۔

مفتی صاحب ہی فرمائیں کہ کیا جعلی اور موضوع حدیث کو تسلیم کرنے  
 اور اس کی ترویج سے عداوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتی ہے یا جعلی  
 حدیث کے انکار سے؟

اس کا جواب مفتی صاحب پر موقوف ہے، جیسا مناسب سمجھیں ارشاد  
 فرمائیں (۱)۔ (ملخصاً را وسنت: ص ۴۵-۴۶)

(۱) آج تک اس کا جواب احمد یار خان اور پیر می مارٹ احمد رضا خان پر واجب ہے لیکن تا حال اس کا  
 جواب نہیں دے سکے۔ (شرعی)

## خاتمہ

### وصیت حضرت مجدد الف ثانیؒ

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے اس مسئلے کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی وصیت پر ختم کیا ہے تبصر کا ہم بھی اسی پر ختم کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

وآں راہ دیگر بہ (علم فقیر التزام متابعت سنت سنیہ  
امت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والحق وابتعا اب از اسم و رسم  
بدعت۔ تا از بدعت حسنہ در رنگ بدعت سینہ احراز  
تحمید ہوئے از بس دولت بہ مشام جان اوز سد و ایس مٹنی  
امروز مختصر است کہ عالم در دریائے بدعت غرق گشتہ است  
وہ ظلمات بدست آرام گرفتہ، کرا حمال است کہ دم از رفع  
بدعت زندہ و با حیا ئے سنت لب کشا نہ۔

اکثر جماعیں وقت رواق دہند ہائے بدعت اندو کھو گنند  
ہائے سنت۔ بدعت ہائے پھن شدہ راتعلیل خالق دانستہ بہ  
جواز بلکہ بہ استہسان آں فتویٰ می دہند و مردم را بہ بدعت  
ولایت می نمایند۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر دوم، مکتوب ۵۵)

”وصول الی اللہ کا دوسرا راستہ (جو ولایت سے بھی قریب تر ہے) اس

فقیر (حضرت مجددؑ) کے نزدیک اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرنا اور بدعت کے نام پر رسم سے بھی اجتناب کرنا ہے۔ آدمی جب تک بدعتِ مہینہ کی طرح بدعتِ حسہ سے بھی پرہیز نہ کرے اس بدعت کی بوجہ اس سے مشہم جان تک نہیں پہنچ سکتی اور یہ بات آج کل از اس دشوار ہے، کیوں کہ جہاں کا جہاں دریائے بدعت میں ڈوبا ہوا اور بدعت کی تاریکیوں میں آرام پکڑے ہوئے ہے۔ کس کی مجال ہے کہ بدعت کی مخالفت کا دم مارے؟ یا کسی سنت کو زندہ کرنے میں لب کشائی کرے۔

اس دور کے اکثر علماء بدعات کو رواج دینے والے اور سنت کو مٹانے والے ہیں۔ جو بدعتیں چاروں طرف پھیل گئی ہیں ان کو مخلوق کا تعالیٰ سمجھ کر ان کے جواز ہلکا استحسان (پسندیدگی) کا فتویٰ دیتے ہیں اور بدعات کی طرف لوگوں کی راہنمائی کرتے ہیں۔

حق تعالیٰ شانہ تمام مسلمانوں کو حضرت مجددؑ کی اس وصیت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆ درود شریف جیسی عظیم عبادت کے ساتھ خرافات  
 ☆ تاریخ میلاد کا موجد اور مروج کے حالات و عقائد  
 ☆ تاریخ میلاد پر نفس و سرور کی محافل  
 ☆ پہلی مرتبہ میلاد انہی منانے والا غیر مقلد تھا۔  
 ☆ اس کے بارے میں احناف کے فتاوے  
 ☆ اہل بدعت کا ترجمہ قرآن و فاسیر میں تحریفات

اور اس جیسی دیگر معلومات کے لیے ایک جامع کتاب

## کیا صلوة و سلام اور محفل میلاد و بدعت ہے؟

کا مطالعہ فرمائیں۔

اس کتاب کے بارے میں ”مختلہ نظر“ اسلام آباد“ کا تبصرہ ہے:

”جناب نعمان محمد امین نے تاریخ کے اوراق پلٹ کر دکھانے کی کوشش کی ہے کہ اذان کے بعد اور اس سے پہلے بلند آواز کے ساتھ درود و سلام کب سے پڑھنے کا آغاز ہوا؟ مجلس میلاد کا ہائی کون تھا؟ اور وقت کے ساتھ میلاد عالمی منانے کے کیا کیا انداز رہے ہیں۔ ان کے مطالعے سے حاصل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل خیر القرون سے جو کچھ ثابت ہے وہی دین ہے اور ان کی مخالفت کرنا ہے دینی ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے خطی فقہاء کے اقوال اور فتاویٰ سے بھی استنباط کیا ہے۔“ (لاہور ۹ ماہ اپریل ۲۰۰۸ء تا مارچ ۲۰۰۹ء)

خالی بدعت ماحی سنت

”اے حضرت احمد رضا بریلوی“ کا فتویٰ

اذان میں وقت استماع نام پاک صاحب لولاک صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم انگوٹوں کے ناخن چومنا آنکھوں پر رکھنا کسی  
حدیث صحیح مرفوع سے ثابت نہیں۔ جو کچھ اس میں روایت  
کیا جاتا ہے کام سے خالی نہیں جو اس کے لیے ایسا ثبوت  
ماتے یا اسے مسنون و منکرکہ و جانے یا ناپس ترک کو باعث  
ذجر و ملامت کہے وہ بے شک غلطی پر ہے۔

(امیر اقبال فی اقصان قبلۃ الاجال)